نمبر ۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۱ فروری ۱۹۱۸ء | جلد ۲

احمدی رنگروٹوں کی ضرورت ہے!

یہ جنگ وہ محاربہ عظیم جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک امتحان اور ابتلا ہے اپنی عملی حالت میں امن اور سکون عالم کے لئے کہا جاتا ہے والی آگ ہے گورنمنٹ برطانیہ نے اسمیں جو شمولیت کی اسکی نیت جیسا کہ اسنے اعلان کیا بجز اسکے کہ دنیا میں امن اور ابدی سکون پیدا ہو کمزوروں کے حقوق کی حفاظت ہو اور معاہدات کا اصلی احترام قائم رکھا جاوے کچھ نہیں تھی لیکن اس مقصد عظیم کے لئے اسکو بہت بڑی قربانی کرنی پڑی ہے اور برطانیہ نے دکھا دیا ہے کہ اسکا بچہ اور بوڑھا اسکا جوان اور اسکی عورت اور مرد غریب امیر غرض ہر طبقہ کا ہر فرد اپنے ملک اور قوم کے لئے اپنی جان اپنا مال پانی کی طرح بہانے میں نہایت دلیر اور سرگرم ہے اور یہ ترقی کرنے والی قوم کا خاص نشان ہے۔

ہمارے اور برطانیہ کے تعلقات اب ایسے ہو چکے ہیں کہ ہمارے اور اسکے اغراض عامہ میں ایک اتحاد اور یگانگت ہے اسلئے ہمارا فرض ہے کہ اس پاک اور نیک مقصد کو لیکر ہم اٹھ کھڑے ہوں کہ دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے جس جنگ کی ضرورت ہے — اس میں ہمارا بھی حصہ ہو ہماری جماعت میں سے اگرچہ اس سے پہلے بھی ایک کثیر تعداد مختلف محاذات جنگ پر کام کر رہی ہے اور مختلف صیغوں میں ہمارے احباب اس جنگ میں برطانیہ کے جھنڈے کے نیچے اپنا فرض ادا کر رہے ہیں اور بعض اسی راہ میں اپنے مولیٰ کریم سے جا ملے ہیں لیکن ابھی ضرورت ہے کہ ہماری جماعت کا ایک نمایاں حصہ اس امداد میں ہو جو سرکاری بلکہ اصلی معنوں میں ہماری اپنی امداد ہے یاد رکھو ...... اس جنگ میں احمدی جماعت کے افراد جب فرانس میں پہنچے تو اسکا نتیجہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لیکچر سیالکوٹ کا فرانسیسی ترجمہ ہوا جو کثرت

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب پرنٹر و پبلشر و ایڈیٹر چھپکر شائع ہوا۔

جائینگے۔ اور ان کا پچھلا حال ان کے پہلے سے بدتر ہوگا
کیا ہم زلزلوں سے ڈر سکتے ہیں۔ کیا ہم خدا تعالےٰ کے راہ میں
ابتلاؤں سے خوفناک ہو جائینگے۔ کیا ہم اپنے پیارے خدا
کی کسی آزمائش سے جدا ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں ہو سکتا
مگر محض اسکے فضل اور رحمت سے۔ پس جو جدا ہونیوالے ہیں جلد
ہو جاویں۔ ان کو وداع کا سلام۔ لیکن یاد رکھیں کہ بدظنی اور
قطع تعلق کے بعد اگر پھر کسی وقت جھکیں۔ تو اس جھکنے کی عنداللہ
ایسی عزت نہیں ہوگی۔ جو وفادار لوگ عزت پاتے ہیں کیونکہ
بدظنی اور غداری کا داغ بہت ہی بڑا داغ ہے ؎

اکنوں ہزار عذر بیاری گناہ را
مرشوئے کردہ را نبود زیب دختری

اپنی جماعت کیلئے بعض نصائح (۴۴)

اے میری جماعت! خدا تعالےٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو وہ قادر کریم
آپ لوگوں کو سفر آخرت کے لئے ایسا طیار کرے۔
جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب
طیار کئے گئے تھے خوب یاد رکھو کہ دنیا کچھہ چیز نہیں
ہے لعنتی ہے وہ زندگی جو محض دنیا کے لئے ہے
اور بدقسمت ہے وہ جس کا تمام ہم وغم دنیا کے لئے
ہے ایسا انسان اگر میری جماعت میں ہے تو وہ عبث
طور پر میری جماعت میں اپنی تئیں داخل کرتا ہے کیونکہ
وہ اس خشک ٹہنی کی طرح ہے جو پھل نہیں لائے گی۔
اے سعادتمند لوگو! تم زور کے ساتھ اس تعلیم
میں داخل ہو جو تمہاری نجات کے لئے مجھے دی گئی
ہے تم خدا کو واحد لاشریک سمجھو اور اسکے ساتھ کسی چیز
کو شریک مت کرو۔ نہ آسمان میں سے نہ زمین میں سے
خدا اسباب کے استعمال سے تمہیں منع نہیں کرتا۔ لیکن
جو شخص خدا کو چھوڑ کر اسباب پر ہی بھروسہ
کرتا ہے وہ مشرک ہے۔ قدیم سے خدا کہتا چلا
آیا ہے کہ پاک دل بننے کے سوا نجات نہیں
سو تم پاک دل بنجاؤ اور نفسانی کینوں اور
غصوں سے الگ ہو جاؤ۔ انسان کے نفس امارہ
میں کئی قسم کی پلیدیاں ہوتی ہیں مگر سب سے
زیادہ تکبر کی پلیدی ہے اگر تکبر نہ ہوتا۔ تو کوئی
شخص کافر نہ رہتا۔ سو تم دل کے مسکین بنجاؤ
عام طور پر بنی نوع کی ہمدردی کرو۔ جبکہ تم انہیں بہشت
دلانے کے لئے وعظ کرتے ہو۔ سو یہ وعظ تمہارا
کب صحیح ہو سکتا ہے اگر تم اس چند روزہ
دنیا میں انکی بدخواہی کرو خدا تعالےٰ کے فرائض
کو دلی خوف سے بجالاؤ کہ تم ان سے پوچھے
جاؤ گے نمازوں میں بہت دعا کرو کہ تا خدا
تمہیں اپنی طرف کھینچے اور تمہارے دلوں کو
صاف کرے کیونکہ انسان کمزور ہے۔ ہر
ایک بدی جو دور ہوتی ہے وہ خدا تعالےٰ
کی قوت سے دور ہوتی ہے۔ اور
جب تک انسان خدا سے قوت نہ پاوے
کسی بدی کے دور کرنے پر قادر نہیں
ہو سکتا۔ اسلام صرف یہ نہیں ہے کہ رسم
کے طور پر اپنے تئیں کلمہ گو کہلاؤ۔ بلکہ اسلام
کی حقیقت یہ ہے کہ تمہاری روحیں خدا تعالےٰ
کے آستانہ پر گر جائیں اور خدا اور
اسکے احکام ہر ایک پہلو
کے رو سے
تمہاری دنیا پر تمہیں مقدم ہو جائیں وہ

سیرۃ المہدی کا ایک ورق

حضرت مسیح موعود کے شمائل و اخلاق و عادات پر مفصل بحث اللہ تعالے نے مجھے توفیق دی۔ تو سیرۃ مسیح موعود علیہ السلام (میں جو حیاۃ النبی کے نام سے چھپ رہی ہے) میں ہوگی اور جس میں شمائل و اخلاق پر ایک خاص حصہ رکھا گیا ہے۔ لیکن جب تک وہ کتاب پبلک میں نہیں آتی۔ میری عادت رہی ہے الحکم میں وقتاً فوقتاً آپ کی سیرۃ کا کچھ حصہ دیتا رہا ہوں۔ اور الحکم کے اس دور جدید میں اگرچہ گذشتہ صحبتوں کی یاد آپ کی سیرۃ اور سوانح کے اجزا ہیں۔ لیکن کبھی کبھی سیرۃ المہدی کا ایک ورق بھی ناظرین الحکم کی دلچسپی اور ترقی ایمان و تہذیب اخلاق کے لئے الحکم میں نکلتا رہیگا۔ وہ باللہ التوفیق

(ایڈیٹر)

مسیح موعود کی تنہائی کی گھڑیوں کا کام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سنہ ۱۹۰۰ء کے اواخر میں بعض ضروری تصانیف میں مشغول تھے۔ اور اس وجہ سے باہر کم بیٹھنے کا موقع ملتا تھا۔ بلکہ نماز بھی جمع ہو رہی تھی ۱۳ ستمبر کو آپ نے جو کچھ فرمایا۔ اس سے آپ کے اس درد و محبت کا پتہ لگتا ہے۔ جو حضور کو اپنے خدام سے تھی ان کی بہتری اور بھلائی کے لئے کیا تڑپ آپ کے دل میں تھی۔ اور مہمانوں کے اکرام کے لئے کیسا جوش تھا۔ اکرام ضیف سنت انبیاء ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے مہمانوں کا ہمیشہ اکرام فرماتے۔ بعض غلط فہمیوں کے ازالہ کے لئے آپ نے ۱۳ ستمبر کو ایک مختصر سی تقریر کی۔ جو حضرت مخدوم الملۃ مرحوم نے اپنے ایک مکتوب میں بعض دوستوں کو لکھی۔ یہ تقریر آپ کے متعدد صفات و خصائل حسنہ پر روشنی ڈالتی ہے۔ فرمایا :-

میں آج کل بہت کم بیٹھتا ہوں۔ ممکن ہے کسی نووارد مہمان کے دل میں خیال گذرے کہ اس کی خاطرداری میں تساہل ہوا۔ بلکہ میں نے سنا ہے کہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہاں سفید پوش اور کہنہ پوش میں امتیاز ہوتا ہے۔

فرمایا۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں تنہائی میں بھی جو بیٹھتا ہوں تو اپنے دوستوں کے بہبود کے لئے۔ یا تو ان کے لئے دعا کرتا ہوں۔ بعض کے نام لے لے کے۔ اور جن کے نام یاد نہیں۔ انہیں خدا تعالےٰ کے علم کے حوالہ کرتا ہوں۔ اور یا انہی کے علوم کی زیادۃ اور قوۃ ایمانی کی ترقی کے لئے کتابیں لکھتا ہوں۔ پھر مثال دیکر فرمایا :-

کہ مہربان ماں اپنے ناتواں بیکس بچے کو چھوڑ کر باورچی خانہ میں جا کر تنہا بیٹھتی اور اسکے لئے کھانا طیار کرتی ہے ممکن ہے کہ نادان بچہ یا کوئی ناواقف خیال کرے کہ وہ ستم کر کے بچہ کو تنہا چھوڑ گئی ہے۔ مگر دانا جانتا ہے کہ اس کی تنہائی بھی بچہ کی خاطر ہے ؛

فرمایا :- اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کس قدر مجھے فکر لگی رہتی ہے کہ کسی مہمان کا دل آزردہ نہ ہو۔ اور میں بجز متقی کے کسی کو ترجیح نہیں دیتا۔ میرا اصول یہی ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ؛

یہ الفاظ آپ کی مہمان نوازی اور تقویٰ پسندی کی بہت بڑی تصریح اپنے اندر رکھتے ہیں ۔ اسے میں ناظرین کے اپنے فہم اور مذاق پر چھوڑ کر کچھ اور بیان کرتا ہوں یاد ہے ۔ کہ یہ تقریریں کہیں شایع نہیں ہوئی ہیں ۔ ہاں اسی عہد کی ہر رنگ مکتوبات شایع شدہ موجود ہیں +

تزکیہ نفوس اور اظہار الدین کے لئے جوش و اضطراب

بعض احمق حقایق سے ناواقف لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان کلمات و ارشادات سے جو آپ جماعت کے تقویٰ و طہارت کے اعلیٰ مقام پر پہونچنے کے لئے فرماتے ۔ انکی جماعت پر اعتراض کے رنگ میں دیکھا کرتے ہیں ۔ مگر یہ انکی حماقت کا ثبوت ہے ۔ خدا تعالےٰ کے برگزیدہ ماموروں و مُرسلوں کا معیار اور مقام بہت بلند ہوتا ہے ۔ وہ اپنے متبعین کے معمولی نقص کو بھی بہت بڑا دیکھا کرتے ہیں ۔ کیونکہ جہاں وہ جماعت کو لیجانے کے خواہشمند ہوتے ہیں ۔ وہ اعلیٰ درجہ ہوتا ہے ۔ حضرت مسیح موعود کو بڑی خواہش تھی کہ آپ کی جماعت تقویٰ و طہارت کے اعلیٰ مقام پر ہو ۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر جو حملے ہو رہے ہیں ۔ ان کا استیصال ہو جاوے ۔ چنانچہ ان ہر دو مقاصد کا اظہار آپ نے ۲۹ جون ۱۸۹۹ء کی رات کو جن الفاظ میں کیا ۔ وہ حضرت مخدوم الملّۃ نے اپنے ایک مکتوب کے ذریعہ حضرت میر حامد شاہ صاحب کو پہونچائے وہ الفاظ یہ ہیں :-

فرمایا

”دو بیمار مجھے سینہ بردہ کر ہوئے ہیں ۔ اور اس غم نے گداز کر رکھا ہے ۔ ایک یہ کہ قوم میں اندرونی طور پر تقویٰ و طہارت اور خدا تعالیٰ سے جیسا مصفیٰ تعلق ہونا چاہیئے ۔ ہو دوسرے یہ کہ بیرونی طور پر اسلام پر جو حملے ہو رہے ہیں وہ بڑے خطرناک ہیں “

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ تڑپ اور یہ سوز و گداز بتا رہا ہے کہ آپ کی بعثت کی کیا غرض تھی ؟ عقل و خرد سے عاری اور سنن انبیاء سے ناواقفوں نے آپ کے اس قسم کے الفاظ کو جماعت کے نقص اور آپ کی نعوذ باللہ ناکامی پر محمول کیا ہے ۔ کاش ! انہیں علم دیا جاتا ۔ کہ انبیاء کا مقصود اور نصب العین کتنا عظیم الشان ہوتا ہے ۔ خدا میں محبت اور اسکی معرفت اور بصیرت پھر اس میں زندگی اور بقا انبیاء کی بعثت کا اصل مقصد ہوتا ہے ۔ پھر کیا یہ معمولی بات ہے ۔ اور کیا انسانی رُوح جو لاانتہاء ترقی کرنا چاہتی ہے ۔ خدا کے نبی کسی ایک مقام پر جا کر اسے کھڑا کر کے آیندہ ترقیات کے دروازے بند کر سکتے ہیں

پس جب وہ اپنی جماعت کی کسی کمزوری کا ذکر کرتے ہیں ۔ تو وہ اس انتہائی نقطہ خیال سے جو خدا تعالیٰ کی معرفت اور تقویٰ و طہارت کے لحاظ سے ان کے زیر نظر ہوتا ہے اسی طرح سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ تڑپ لگی ہوئی تھی ایک اور موقع پر آپ نے اسی سوز و گداز کو اس شعر میں ظاہر کیا ہے کہ

ایں دو فکر دین احمد مغز جان ما گداخت
کثرت اعدائے ملت قلت انصار دیں

بہر حال یہ الفاظ حضرت مسیح موعود کی اعلیٰ پاکیزہ فطرت اور اسلام کے لئے حمیت اور جوش کا خاص اظہار رکھتے ہیں مبارک وہ جو اس سے فائدہ اٹھاوے ۔

دارالامان کا ہفتہ

آج حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ ایک شہادت کے لئے گوردا سپور جا رہے ہیں ۔ آپ کے ہمراہ جو خادم ہیں ۔ انمیں سے بعض یہ ہیں صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب ۔ مولوی فضل الدین صاحب پلیڈر ۔ مولوی شیر علی صاحب ۔ مفتی فضل الرحمن صاحب ۔ ماسٹر عبدالرحیم صاحب ۔ ڈاکٹر فضل کریم صاحب ۔ چودہری ظفر اللہ خان بی ۔ اے بیرسٹر لاہور سے آنے کی خبر ہے ۔ سید اسد علی شاہ صاحب اور خاکسار ایڈیٹر الحکم ؛

سے فرانس میں تقسیم کیا گیا۔ پس اسوقت ضرورت ہے ان نوجوانوں کی جو خدمت سرکار کے لئے مختلف صیغہ جات میں چلے جائیں ہر قسم کے آدمیوں کی ضرورت ہو فوجی رنگروٹ خصوصاً بیکار ہیں ابتدائے جنگ ہی میں حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنے سالانہ اجلاس میں جو گزشتہ سے آئی ہوئی جماعت کے نمایندوں کو خطاب کر کے فرمایا تھا کہ اگر مجھ پر خلافت کا بوجھ نہ ہوتا تو میں سب سے پہلے والنٹیر ہو کر جنگ میں چلا جاتا۔

حضرت خلیفۃ المسیح کے یہ الفاظ جہاں آپ کے عظیم الشان مقاصد کا اظہار کرتے ہیں وہاں اس پاک جذبہ کی ترجمانی کر رہے ہیں جو برٹش حکومت کی وفاداری کا آپ اپنی قوم میں عملی صورت میں پیدا کرنا چاہتے ہیں اب ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اپنے عمل سے حضرت خلیفۃ المسیح کے اس منشار کو پورا کریں اسمیں کچھ شک نہیں کہ احمدی جماعت نے جب سے جنگ شروع ہوئی ہے اپنی طاقت اور ہمت سے بڑھکر ایسی تحریک میں حصہ لیا ہے جو جنگ کی ضروریات کے لئے ہوئی۔ قرضہ جنگ۔ چندہ جنگ پنجاب ڈیل کمپنی۔ اور ڈسے کے چندہ میں شمولیت کے علاوہ مستقل طور پر ماہوار وار فنڈ میں ایک رقم جاری ہے اور وار ٹرسپیرز کے مہیا کرنے میں بہت بڑی مدد دیجا چکی ہے اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی احمدی جماعت کا فرض ختم نہیں ہو جاتا جب تک یہ جنگ جاری ہے اسکی آخری ساعت تک احمدی قوم کا فرض ہے کہ وہ ہر حیثیت سے اسمیں شہنشاہ کے جھنڈے کے نیچے اپنی ہر قسم کی قربانی کے لئے طیار رہے۔ رنگروٹوں کے لئے بھی احمدی جماعت نے کوئی کمی اپنی تعداد کے لحاظ سے نہیں کی۔ مگر چونکہ نمائش اور تکلف سے یہ سلسلہ خدا کے فضل سے پاک ہے اسلئے ایسے لوگوں کا اعلان نہیں کیا گیا اور وہ انفرادی طور پر اپنے اپنے مقامات سے بھرتی ہوتے رہے ہیں اب ضرورت ہے کہ یکجائی طور پر بھی ایک خاص تعداد ایسے لوگوں کی سلسلہ کی طرف سے پیش کیجائے جو اس جنگ کی مختلف ضرورتوں میں ہاتھ بٹا سکیں۔ ہر قسم کے کاریگر۔ موٹر ڈرائیور۔ سکرک

(۲۶)

پالمری ہا۔ س نوجوان اور فوجوں کے لئے بہادر سپاہی وغیرہ

بعض اضلاع میں ہماری جماعت کا بہت بڑا حصہ ہے مثلاً سیالکوٹ راولپنڈی۔ جہلم۔ گجرات۔ گوجرانوالہ۔ گورداسپور۔ جالندھر۔ ہوشیارپور وغیرہ۔ ان مقامات سے اگر چالیس چالیس آدمی بھی سلسلہ کی خدمت سمجھکر اور سرکار انگریزی کے احسانات کے عملی شکریہ کی روح لیکر آجائیں تو ایک معقول مقدار ہم پیش کر سکتے ہیں۔ اس سلسلہ کے کام ہر قسم کی نمائش اور تکلف سے پاک ہیں مومن کا ہر کام خدا ہی کے لئے ہوتا ہے پس ان احمدیوں کا جو اس ضرورت کا احساس کر کے خدمت سرکار کے لئے آگے آئینگے) یہ فعل بھی خدا ہی کی رضا کا موجب ہوگا انکی نیت اور پاک مقصد یہی ہوگا کہ وہ احمدیت کی اشاعت کے لئے راستہ صاف کرنے کے لئے نکلے ہیں اور ہل جزاء الاحسان الا الاحسان پر عمل کرنا انکی غرض ہے

کوئی تعجب کی بات نہیں کہ جب اللہ تعالےٰ کے برگزیدہ نبی کی جماعت کے افراد اس پاک غرض کو لیکر نکلیں اور ایک مخصوص جماعت اللہ تعالےٰ کے حضور دعائیں کرتی ہوئی اپنے امام کے حکم کے نیچے جائے تو انکے ہاتھ سے اللہ تعالےٰ اس دوزخ کی آگ کو ٹھنڈا کر دے۔ اسوقت یہ کہانی اور خیالی بلند پروازی سمجھی جائیگی مگر جس قوم اور جن افراد کا ایمان اس بات پر ہو۔ کہ

آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے

وہ اس محض قوت متخیلہ کا کرشمہ نہیں سمجھ سکتے۔ وہ لوگ جو جماعت میں سربرآوردہ اور باثر ہیں وہ اپنے اپنے حلقہ اثر میں اس ضرورت کا اظہار کریں اور احباب کے ذہن نشین اس امر کو کریں جو سلسلہ کے نشر و اشاعت کے متعلق ہمارے زیر نظر ہیں اور جنکے لئے ہم اللہ تعالےٰ کے حضور ذمہ وار ہیں میدان جنگ میں جانا ہماری قوم کے لئے ایک بیش قیمت موقعہ تبلیغ کا ہے انمیں سے ہر ایک وجود بجائے خود ایک مبلغ بلکہ تبلیغ مجسم ہوگا۔ پس جو لوگ اپنے آپکو اس غرض کیلئے پیش کریں انکے نام اور پورے پتے ایڈیٹر الحکم یا دفتر سکرٹری صدر انجمن احمدیہ میں بھیجدئے جاویں اور ایسی فہرستیں حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور پیش کیجائینگی پھر آپ کی اجازت اور ارشاد کے

تعلیم العقاید و الاعمال پر خطبات

حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ نے ۱۲-اپریل ۱۹۱۴ء کو جو خطبہ منصب خلافت پر پڑھا۔ اور جسے خاکسار ایڈیٹر الحکم نے ہی قلم بند کیا تھا۔ وہ حضرت خلیفہ ثانی کے عہد خلافت کا ایک اجمالی پروگرام ہے۔ مجھے یہ کتاب بہت ہی عزیز ہے۔ اور متعدد مرتبہ مینے اسے پڑھا۔ اور اس سے معلوم کیا۔ کہ کس قدر عظیم الشان مقصد اس اولوالعزم کا ہے۔ عہد خلافتِ محمود کی تاریخ اسی منصب خلافت کے مرکز پر گھومے گی۔ اس وقت تک مختلف رنگوں میں اس پروگرام پر عمل ہو رہا ہے۔ اب حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنے خطبات جمعہ میں ایک نہایت مفید سلسلہ تعلیم العقاید الاعمال کا شروع فرمایا ہے۔ خدا تعالےٰ کے فضل اور رحم سے یہ بہت بابرکت ہوگا۔ یہ سلسلہ کسی خاص ارادہ اور انتظام سے نہیں بلکہ اضطراراً اس پاک وجود سے وہی کام ہو رہے ہیں جن کے لئے وہ کھڑا کیا گیا ہے۔ معزز ہم عصر الفضل میں یہ خطبات جمعہ کے ذیل میں حسب معمول شایع ہوتے ہی رہینگے۔ لیکن الحکم میں بھی ان خطبات کو خصوصیت سے درج کیا جائیگا۔ انشاء اللہ العزیز اس سلسلہ میں پہلا خطبہ درج ذیل ہے۔ مگر میں ناظرین الحکم سے درخواست کرتا ہوں کہ ایک بار منصب خلافت کو ضرور پڑھیں کہ وہ ایک ایمان کے بڑھانے والا خطبہ ہے۔ (ایڈیٹر)

کامل ایمان کس طرح حاصل ہوتا ہے؟

از حضرت امیر المومنین میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب
خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ

(فرمودہ ۸- فروری ۱۹۱۸ء) (منقول از الفضل)

ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعة ان یوتوا اولی القربیٰ والمسٰکین والمھاجرین۔ فی سبیل اللہ و لیعفوا ولیصفحوا۔ الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم (النور رکوع ۳)

مینے پچھلے جمعہ اس امر کے متعلق بیان کیا تھا کہ جب تک کسی کام کے لئے صحیح ذرائع کو استعمال نہ کیا جائے اور ان سامانوں سے کام نہ لیا جائے۔ جو خدا تعالےٰ نے اس کام کے لئے مہیا فرمائے ہوں۔ اس وقت تک کوئی شخص اس کام میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ کسی کا محض کوشش کرنا اور شوق رکھنا دلیل نہیں ہے کہ جس مقصد کے لئے وہ ایسا کرتا ہے اس میں کامیاب بھی ہو جائیگا۔ کیونکہ اگر طریق عمل صحیح نہیں تو پھر کامیابی نہیں۔ جسطرح ایک لکڑی کاٹنے والا اور لوہار باوجود ایک طالب علم سے زیادہ محنت کرنے کے علم حاصل نہیں کر سکتا۔ اگرچہ تکلیف زیادہ اٹھاتا ہے۔ کیونکہ یہ طریق علم حاصل کرنے کا نہیں ہے۔ اسی طرح کوئی شخص ایک ایسا طریق اختیار کرکے جسمیں گو محنت اور مشقت زیادہ برداشت کرنی پڑے۔

لیکن وہ اس کام کے لئے مقرر نہ ہو۔ کسی کام میں بھی کامیاب
نہیں ہو سکتا۔ دیکھو لکڑہارے اور طالب علم میں سے کہ
ایک باوجود زیادہ کوشش اور محنت کرنے کے علم حاصل کرنے
میں ناکام رہتا ہے۔ اور دوسرا کم محنت کے ساتھ کامیاب
ہو جاتا ہے۔ یا مثلاً اگر کوئی کروڑپتی اپنی ساری دولت
لوگوں کو لٹا دے کہ اسے علم سائنس آ جاوے تو نہیں آئیگا
مگر ایک دوسرا شخص جو سکول کی بہت تھوڑی فیس دے
اور باقاعدہ سائنس کی تعلیم حاصل کرے۔ وہ سائنس دان
ہو جائیگا۔ کیونکہ یہ ان ذرائع سے کام لیگا۔ جو خدا نے سائنس
کے حصول کے لئے بنائے ہیں۔ پس اسی طرح تقویٰ اور
عرفان کے حصول کے جو ذرائع ہیں۔ جب تک ان سے کام نہ
لیا جائے۔ اور تفصیلی طور پر ان طریقوں پر نظر نہ کی جائے
جو خدا اور اسکے رسول نے بتائے ہیں۔ تو کوئی کامیاب
نہیں ہو سکتا۔

اگر کوئی شخص ایمان کے بعض حصوں کو مکمل نہیں کرتا۔
تو وہ محفوظ نہیں ہو سکتا۔ مثلاً کوئی شخص مکان تعمیر کرے
اور صرف دو دیواریں اونچی کھڑی کر دے۔ اور کہے کہ میرا
مکان مکمل ہو گیا۔ تو یہ اس کا دعوےٰ غلط ہو گا۔ کیونکہ
جب تک چار دیواریں نہ ہوں۔ اور ان پر چھت نہ ہو مکان
نہیں کہلا سکتا۔ اسی طرح جب تک ایمان کے تفصیلی اجزا
کو نہ معلوم کیا جاوے۔ اور ان پر عمل نہ ہو۔ ایمان کو مکمل و کامل
نہیں کہا جا سکتا۔

پس ضرورت ہے کہ ہر ایک شخص اجزاء ایمان پر نظر رکھے
ایک شخص سارا دن نماز پڑھے۔ مگر باوجود صاحب نصاب ہونے
کے زکوٰۃ نہ دے یا زکوٰۃ دے۔ مگر صحت اور راستہ کے
پُرامن ہونے کے باوجود حج نہ کرے۔ اس کو کامل ایمان
نصیب نہیں ہو گا۔ بعض لوگ صرف خدا سے محبت رکھتے
ہیں۔ اور بعض کسی خاص جزو کے متعلق اپنے اندر غلو بھی پاتے
ہیں۔ مثلاً صدقہ صدقہ میں ہی اسقدر بڑھتے ہیں۔ کہ ان کی
داد و سند کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ وہ خیال کرتے ہیں۔ کہ
ان کا سینہ خدا کی محبت کے جوش سے پُر ہے۔ مگر حقیقت
حال یہ ہے کہ وہ ایمان کے ثمرات سے بے نصیب ہوتے ہیں
اور عرفان الٰہی سے نامراد۔

اسکی وجہ یہ ہے کہ ایک ہی حصہ پر ان کا سارا زور ہوتا ہے
اور باقی حصوں سے بے تعلق ہوتے ہیں۔ اور تفصیلی حصوں
پر نظر نہیں کرتے۔ اس سے یہ ہوتا ہے کہ وہ ابتلا میں پڑ جاتے
ہیں۔ حالانکہ یہ ان کی غلطی ہوتی ہے۔ پس ہر ایک شخص کو چاہئے
کہ وہ ایمان کی تفصیل پر نظر ڈالے۔ جب تک تفاصیل پر نظر نہ
ہو۔ کامیابی نہیں ہو سکتی۔ صحیح ذرائع پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے
لوگ کسی بات پر توجہ نہیں کر سکتے۔

بعض لوگوں کے دلوں میں عشق الٰہی کی ایک آگ سی
لگی ہوتی ہے۔ لیکن دیکھنے والا دیکھتا ہے۔ کہ یہ شخص ابھی
عرفانی مقامات سے بہت پیچھے ہے۔ اس کی وجہ یہی
ہوتی ہے کہ وہ صحیح ذرائع کو استعمال نہیں کرتے یا بعض صحیح
ذرائع کو استعمال کرتے ہیں۔ اور بعض کو نہیں۔ کیونکہ بعض کے
متعلق خیال کر لیا جاتا ہے کہ معمولی ہیں۔ اور جب ایک ذریعہ کو
معمولی خیال کر لیا گیا۔ تو پھر اس پر سے توجہ اٹھ جاتی ہے۔ اور اس پر
عمل نہیں رہتا۔ لیکن اس کے چھوڑنے کی وجہ سے اسی قدر
ایمان کم ہو جاتا ہے۔ جتنا اس کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے
اور اسی طرح جتنے ذرائع کو چھوڑا جائے۔ اتنا ہی زیادہ ایمان
میں نقص اور کمی پیدا ہوتی جاتی ہے۔ اور بالآخر وہ کسی کام کا
نہیں رہتا۔ ایک مثال مشہور ہے۔ کہتے ہیں ایک شخص کو خیال تھا
کہ میں بڑا بہادر ہوں۔ اس نے سوچا کہ بہادری کی کوئی علامت بھی
تو ہونی چاہئے۔ اس کے لئے اس نے شیر کی تصویر بازو پر گدوانی

چاہیئے۔ پچھلے زمانہ میں گدوانے کا بہت رواج تھا۔ وہ گودنے والے کے پاس گیا۔ اور جاکر کہا کہ میرے بازو پر شیر کی تصویر بناوے۔ جب وہ بنانے لگا۔ اور سوئی سے بازو پر ایک دو کچوکے دیئے۔ تو پوچھنے لگا کیا بناتے ہو۔ اس نے کہا شیر کی دم بناتا ہوں۔ اسنے کہا کہ اگر شیر کی دم نہ ہو تو۔ تو شیر رہتا ہے یا نہیں۔ جواب ملا کیوں نہیں۔ کہنے لگا پھر چھوڑ دم کو کچھ اور بنا۔ اس نے جو سوئی چبھوئی۔ اور اسے تکلیف ہوئی تو پوچھا کیا بناتے ہو۔ جواب ملا کہ شیر کا بایاں کان بناتا ہوں کہنے لگا۔ کیا اگر بایاں کان نہ ہو تو شیر نہیں ہو سکتا۔ اس نے کہا کیوں نہیں۔ کہنے لگا۔ اس کو بھی چھوڑ دو۔ اور آگے بنا۔ غرض جب وہ سوئی لگائے اور تکلیف ہو تو پوچھے کیا بنانے لگے ہو۔ وہ کسی عضو کا نام لے دے۔ اور کہدے کہ اسکے بغیر بھی شیر رہ سکتا ہے یا نہیں؟ جواب ملے کہ ہاں وہ کہے اس کو چھوڑ دے۔ اور دوسرا عضو بنا۔ اسی طرح جب سارے اعضاء کے متعلق ہو چکا۔ تو گودنے والے نے کہا جائیے اپنے گھر کی راہ لیجئے۔ کیونکہ ایک ایک کرکے سارے اعضاء جاتے رہے۔ تو پھر شیر رہا۔ وہ شخص گودنے والے سے یہ تو نہیں پوچھتا تھا۔ کہ اگر کوئی بھی عضو نہ رہے۔ تو کیا شیر رہ سکتا ہے بلکہ وہ پوچھتا تھا کہ فلاں عضو نہ رہے تو شیر رہتا ہے۔ یا نہیں؟ اس کا جواب تو یہی تھا کہ اگر یہ نہ ہو تو شیر رہ جاتا ہے۔ لیکن شیر نام تمام اعضاء کے مجموعہ کا ہے۔ جب وہ نہیں تو شیر نہیں۔ اور جب یہ کہا جائے کہ فلاں عضو بھی نہ سہی۔ فلاں بھی نہ سہی۔ تو یہی کیوں نہ کہا جائے کہ کچھ بھی نہ سہی۔ اور اس طرح شیر تو کیا چوہا بھی نہیں رہتی۔ نتیجہ کیا ہوا یہی کہ کچھ بھی نہیں ایسے ہی کئی انسان ہوتے ہیں۔ وہ تفصیل میں رہ جاتے ہیں جب وہ ایک ایک جزو کا انکار کرتے چلے جاتے ہیں۔ تو باقی کچھ بھی نہیں رہتا۔ کیونکہ ایمان تو ان کے مجموعہ کا نام ہے

بعض لوگ ڈاڑھی نہیں رکھتے۔ اگر ان کو کہا جائے کہ کیوں منڈاتے ہو۔ تو کہیں گے کیا ایمان ڈاڑھی کے رکھنے میں آ گیا ہے۔ ڈاڑھی رکھی تو کیا۔ نہ رکھی تو کیا۔ پھر آگے قدم اٹھتا ہے۔ بعض کہدیتے ہیں سنتیں کیا ضروری ہیں۔ فرائض ہی اصل ہیں۔ سنتیں نہ پڑھیں تو نہ سہی۔ پھر بعض آگے فرائض کا بھی صفایا کرتے ہیں کہ یہ کیا چیز ہیں۔ دل کی یاد ہی کافی ہے بعض اس سے بھی آگے قدم بڑھاتے ہیں کہ رسول کریم نے فرمایا ہے کہ جھوٹ نہ بولو بس انسان کو چاہیئے کہ جھوٹ نہ بولے روزہ کی کیا ضرورت ہے۔ بھوکے مرنے کی کچھ حاجت نہیں۔ پھر کہتا ہے کہ تقوی اللہ اصل میں ایک الگ چیز ہے۔ اس لئے صدقہ وزکوٰۃ کی کیا ضرورت ہے۔ غرباء کی پرورش صدقہ زکوٰۃ پر تھوڑا ہی منحصر ہے۔ رزق تو سب کو خدا نے پہنچانا ہے۔ وہی ان کو پہونچا دیگا *

غرض اسی طرح وہ ہر ایک چیز کا انکار کر دیتے ہیں۔ اور خالی رہ جاتے ہیں۔ پھر ایمان بھی ندارد ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ایمان تو ان سب اجزاء کے مجموعہ کا نام ہے۔ اور ہر ایک چیز کی یہی حالت ہے۔ کہ اسکے تمام اجزاء کا مجموعہ وہ چیز ہوگا نہ اس کا کوئی جزو کا۔ نادانی ہے۔ کوئی کہدے کہ کیا عبادت ہی کے لئے جانے کا نام ایمان ہے یا زکوٰۃ کے چند روپے دینے کا نام ایمان ہے۔ کیونکہ اس طرح اس کا سارا ایمان ایک ایک جزو کے ترک کرنے سے بہ جاتا ہے۔

مثلاً کوئی شخص آدمی کے متعلق تحقیقات کرے کہ اس میں مٹی ہے۔ لوہا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور کہے کہ لو آدمی آدمی کہتے تھے۔ کیا مٹی آدمی ہے؟ کیا لوہا آدمی ہے۔ یہ تو سچ ہے کہ مٹی اور لوہا وغیرہ تو آدمی نہیں۔ مگر ان سب کے مجموعہ کا نام آدمی ہے *

اجزاء ایمان جو ہیں۔ وہ بطور غلاف کے ہیں۔ اگر اجزاء کو

چھوڑ دیا جائے تو باقی کچھ بھی نہیں رہتا۔ ہر ایک انسان کو چاہئیے کہ تمام اجزا ر کو دیکھے۔ اور پھر اپنے نفس پر غور کرے۔ اگر تمام اجزا ر اس میں موجود ہوں تو ایمان ہے۔ ورنہ نہیں۔ مثلاً کسی برتن میں چھید کر دیا جاوے اور پھر پانی اس میں ڈالا جائے تو پانی اس میں نہیں رہیگا۔ اسی طرح ایمان کے اجزا ر میں سے اگر کسی جزو کو چھوڑ دیا جائے۔ تو اس کی کمی ہو جائیگی۔ اور اس وجہ سے اس میں سے ایمان کا مغز بہ جائے گا ٭

پس نہایت ضروری ہے کہ کوئی جزو ایمان چھوٹ نہ جائے۔ اس وقت میں نے جو آیت پڑھی تھی وہ تو رہ ہی گئی۔ اللہ تعالے نے چاہیگا۔ تو اگلے جمعہ دیکھا جائیگا ٭

کچھ الحکم کے متعلق

الحکم کے اجرا پر اکثر احباب نے مجھے مبارکباد اور اظہار مسرت کے خطوط لکھے ہیں۔ میں ان سب تمام دوستوں کی ہمدردی کا شکر گذار ہوں اسلئے نہیں کہ وہ الحکم کے خریدار ہیں۔ یا اسکی اعانت میں حصہ لیتے ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ مجھے ایک نیک اور مفید کام کے کرنے کی توفیق مل جانے پر اظہار مسرت کرتے ہیں۔ الحکم کو ایسے دوستوں اور مربیوں پر ہمیشہ ناز رہا ہے۔ اللہ تعالے ان سب کو جزائے خیر دے۔ آمین ٭

الحکم کے استحکام اور بقا کے لئے میں نے اس مرتبہ الحکم کے مربیوں کے تین گروپ قائم کئے ہیں۔ اول پچاس ایسے بزرگ چوبیس روپیہ سالانہ بدر الحکم لیں۔ دوم۔ ایک سو ایسے بزرگ جو دس روپیہ سالانہ دیں۔ سوم۔ پچاس ایسے عالی ہمت والنٹیر جو الحکم کے لیے دس دس خریدار دیں۔ میں اپنے مخلص احباب کو اس کے متعلق تحریک کر رہا ہوں۔ اور مجھے یقین ہے کہ جن دوستوں کو میں نے خاص طور پر لکھا ہے وہ میرے لئے نہیں۔ بلکہ الحکم کی دیرینہ خدمات کا لحاظ کر کے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی اپیل چھ ہزاری کو زیر نظر رکھ کر اپنے اس خادم قدیم کے مربی اور معاون ہونگے۔ ان معاونین کے سلسلہ میں سب سے اول میں ایک مخلص عزیز کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ اس سے میری مراد ڈاکٹر فضل الدین صاحب ویٹرنری اسسٹنٹ افریقہ ہے۔ اس نوجوان نے قادیان میں تعلیم پائی ہے۔ اسلئے گویا اس کی تربیت سلسلہ ہی میں ہوئی اس کو جب یہ تحریک پہونچائی گئی۔ تو اس نے شرح صدر کے ساتھ اس تحریک کو خوش آمدید کیا۔ اور الحکم کے لئے بیس خریدار عطا کرنے کا وعدہ کر لیا۔ اور الحکم کی امتیازی قیمت دینے کا اظہار کیا۔

اس نوجوان کی ہمت بہتوں کے لئے تحریک کا موجب ہوگی۔ گویا الحکم کے خریدار پیدا کرنیوالے والنٹیروں میں اب ۴۸ نام باقی ہیں وہ جو الحکم کے لئے محبت اور درد رکھتے ہیں۔ وہ اس میدان میں آگے بڑھیں۔ ایک مہینے کے اندر مجھے امید کرنی چاہیئے۔ کہ خدا کے فضل سے یہ ۴۸ بزرگ کھڑے ہو جائینگے۔ یہ رپورٹ وقتاً فوقتاً انشاء اللہ شایع ہوتی رہیگی ٭

دس روپیہ قیمت دینے والے ایک سو بزرگوں میں سے اگر چہ پہلے کئی ہیں۔ مگر اس جدید دور میں برادر مکرم خانصاحب محمد ذوالفقار علی خان صاحب نے صرف اس قیمت کے دینے کا اقرار کیا ہے۔ بلکہ ڈونیشن کا بھی وعدہ کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قدردانان الحکم سے نہایت وسعت حوصلہ سے خیر مقدم کہنے کو طیار ہیں۔ میں ابھی ان بزرگوں کے ناموں کا اظہار نہیں کرتا۔ جو ہمیشہ سے الحکم کی امتیازی قیمت دیتے آئے ہیں۔ میری اُمیدیں بعض خاص بزرگوں کی طرف ہیں اللہ تعالے نے چاہا تو مارچ کے پہلے نمبر میں ایک معقول فہرست ان مربیان الحکم کی شایع ہوگی۔ وباللہ التوفیق۔ دوستو یاد رکھو۔ الحکم عہد محبوب کی ایک یادگار ہے۔ اسکو قائم رکھنا دوستی نہیں۔ غلامی کا دم بھرنے والوں کے لئے سعادت ہے۔ ان ہر سہ صورتوں میں سے آپ الحکم کی خدمت اور اعانت جس صورت سے کر سکتے ہیں۔ اپنا نام فوراً بھیجئے۔ خاکسار ایڈیٹر الحکم

(16)

معارف القرآن

قرآن کریم کی شان بلند اسی کے الفاظ میں

نمبر (۲)

گذشتہ اشاعت الحکم میں یہ باب معارف القرآن کا کھولا گیا ہے۔ اور اسکے متعلق ایک تمہیدی نوٹ دیا جاچکا ہے۔ جس مضمون کے ساتھ اس باب کا افتتاح کیا گیا ہے۔ وہ بجائے خود بہت وسیع ہے۔ لیکن میں نہیں چاہتا کہ اس کا گلا گھونٹ کر اسے بند کر دیا جاوے۔ اسلئے کسیقدر تصریح کے ساتھ اس کو بیان کیا جاویگا۔ (انشاء اللہ تعالی) یہ مضمون بجائے خود ان مضامین کا ایک مختصر سا خاکہ ہوگا۔ جو اس باب کے تحت میں لکھے جائینگے۔ یا یہ کہو کہ وہ دعاوی ہیں۔ ان کے دلائل کی توضیح بعد میں آئیگی مثلاً قرآن کریم کے لئے فرمایا گیا ہے کہ وہ نور ہے۔ ظلمت سے نکالتا ہے۔ اسی سلسلہ میں چلکر ان تمام طریقوں اور ذریعوں پر ایک بحث ہوگی۔ جو قرآن کریم انسان کو مختلف قسم کی ظلمتوں سے نکالنے کے لئے بتاتا ہے۔ اس لئے اس حدیث دلآویز کو ناظرین اطمینان اور توجہ سے پڑھیں (ایڈیٹر)

(۳۱)

(۵) انہ لقول فصل - بے شک قرآن مجید قول فصیل ہے۔ کیا مطلب کہ قرآن مجید تمام ان اختلافوں اور نزاعوں میں جو مذاہب کی اعتقادی یا عملی ہدایتوں میں برپا ہیں۔ بطور ایک صائب رائے اور معقول جج کے فیصلہ کرنے والا ہے۔ اور اس کی حکومت کے نیچے آکر تمام اختلافات مٹ جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ میزان اور حق لیکر نازل ہوا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرمایا ہے :- اللہ الذی انزل الکتب بالحق والمیزان - یعنے اللہ وہ ہے جس نے قرآن شریف کو حق اور میزان کے ساتھ نازل کیا ہے۔ گویا یہ وہ کتاب ہے۔ جو حق اور باطل کے پرکھنے کے لئے میزان ہے۔ کوئی صداقت اس وقت صداقت کہلائیگی۔ جب وہ قرآن مجید کے معیار اور میزان میں پوری اترے گی ٭

(۶) انہ لقول فصل - بیشک وہ قول فیصل ہے۔ یعنے قرآن مجید اپنے اندر ایک ایسی قوۃ اور طریق تعلیم رکھتا ہے۔ جو حق اور باطل میں فیصلہ کر دیتا ہے۔ اور وہ فیصلہ اس کا ناطق اور صادق ہوتا ہے۔ جبیں کسی راستہ سے باطل اپنا اثر پیدا ہی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ دوسری جگہ فرمایا ہے۔ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ - یعنے اسکے آگے پیچھے غرض کسی طرف سے باطل آ ہی نہیں سکتا۔ اس کے قول فیصل ہونے کا ایک اور ثبوت یہی کہ قرآن مجید کا نام اللہ تعالےٰ نے میزان بھی رکھا ہے۔ اور اس کو مہیمن بھی فرمایا۔ جیسے کہ فرمایا ہے انزل الکتب بالحق والمیزان یعنے اس قرآن مجید کو

حق کے ساتھ نازل کیا ہے۔ اور وہ صرف حق ہی نہیں۔ بلکہ میزان حق بھی ہے۔ کیا مطلب؟ آپ بھی سچا اور سچائی کی شناخت کا صحیح معیار بھی ۔

اور دوسری جگہ فرمایا۔ فصلناہ علیٰ علمٍ۔ یعنی قرآن کریم کی تفاصیل اور فیصلے علمی رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اس کی تعلیم معقول اور علمی دلائل پر مبنی ہے۔ دوسرے مذاہب باطلہ کے غلط عقائد کے متعلق جو فیصلے اس نے کئے ہیں۔ وہ خیالی اور فرضی نہیں۔ بلکہ ان کی بنیاد علمی دلائل پر ہے۔

غرض قرآن کریم نہ صرف تمام صداقتوں کا مجموعہ ہے بلکہ وہ صداقتوں کا صحیح معیار اور محک ہے ۔

(۷) وما انزلنا علیک الکتٰب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ وھدًی ورحمۃ لقوم یؤمنون۔ یعنی ہمنے تم پر ایسی کتاب نازل کی ہے۔ جو ان لوگوں کے لئے اختلافی امور کی حقیقت کھول کھولکر بیان کرتی ہے۔ وہ ہدایت ہے۔ وہ رحمت ہے۔ ہاں کوئی مومن بالقرآن ہو یعنے کیا مطلب؟ کہ قرآن کریم کی ہدایات پر ایمان ہو پھر یہ تعلیم یہ کتاب اس کے لئے کامیابی کا ذریعہ اور تمام باطلوں کے کچلنے کے لئے ناقابل خطا ہتھیار ہوگا ۔

(۳۴)

(۸) حکمۃ بالغۃ۔ یہ قرآن کریم حکمت بالغہ ہے حکمت کے معنے قرآن کریم نے آپ فرمائے ہیں۔ تمام اخلاق فاضلہ کا نام حکمت ہے۔ اور قرآن کریم کو تو حکمت بالغہ فرمایا۔ یعنے تمام اخلاق فاضلہ جن پر کچھ مستزاد نہیں ہو سکتا۔ گویا جو اخلاقی اصلاح اور تعلیم قرآن کریم پیش کرتا ہے۔ تہذیب نفوس کے لئے اس سے بہتر اور بڑھ کر کوئی تعلیم نہیں ہو سکتی۔ انسانی زندگی کے ہر حصہ اور ہر شعبہ کے لئے قرآن کریم ایک مکمل اور آسان دستور العمل دیتا ہے۔ اور اسکی تعلیم افراط و تفریط سے پاک عین مرکز اعتدال پر مبنی ہے اس لئے اس کا نام صراط مستقیم ہے۔ وہ راہ جو افراط تفریط سے پاک ہو ۔

(۹) الفرقان۔ قرآن کریم کے ناموں سے ایک نام الفرقان ہے۔ یعنی حق و باطل میں امتیاز کرتا ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم علمی رنگ میں حق و باطل میں ایک امتیاز پیدا کرتی ہے اپنی تاثیرات کے لحاظ سے ایک برگزیدگی عطا فرماتی ہے پھر اپنی عملی سہولت کے لحاظ سے بھی حق و باطل میں فرق کر دیتی ہے۔ اور اسی ہدایت اور تعلیم کا یہ کمال ہے۔ کہ وہ فطرت انسانی کے عین مطابق ہے۔ اور کوئی حصہ اس کا ایسا نہیں۔ جو انسانی قویٰ کی طاقت اور برداشت سے باہر ہو۔ دوسرے مذاہب کی تعلیمات سے جب مقابلہ کیا جاوے تو وہ مقابلہ کے مختلف پہلوؤں کے لحاظ سے ایک امتیاز اور خصوصیت اپنے اندر رکھے گی۔ اور اپنے ماننے والوں کو اس کے منکروں میں ایک امتیاز پیدا کر کے دکھا دیگی

(۱۰) یعلمکم ما لم تکونوا تعلمون۔ تم کو وہ حقایق اور معارف سکھاتا ہے۔ جن کا تم کو علم نہ ہو۔ انسانی فطرت ایسا انتہا ترقی کرنا چاہتی ہے۔ اور جس جس قدر انسان علم کے مراتب طے کرتا جاتا ہے۔ اسیقدر اس کے آگے بہت سی باتیں جاننے کے قابل نظر آتی جاتی ہیں۔ مگر یہ قرآن کریم کی خوبی اور اس کا خاص امتیاز ہے۔ کہ وہ کسی مقام پر جاکر انسان کو کھڑا نہیں کر دیتا۔ اور کوئی درجہ اس کے علم یا عمل کا ایسا نہیں ہوتا۔ جہاں اس کی روح کے تقاضوں کے لئے کوئی سامان نہ ہو۔ اور خاتمہ ہو جاوے۔ یہاں تک کہ عالم اخروی میں بھی اس کا علم ترقی کرتا چلا جاوے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کو جس کامل اور مزکّی اور اعلم انسان پر نازل کیا اسکو یہ دعا سکھائی۔ ربّ زدنی علماً۔ اے میرے رب میرے علم کو بڑھا۔

(۱۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملفوظات میں سے جو حصہ آج کے الحکم میں دیا جاتا ہے اس کے پہلے حصہ سے (جو غیروں کو خطاب ہے) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس خارق عادت قوت واستقلال کا پتہ لگتا ہے۔ جو خدا کے نبیوں کو اپنے صدق دعوی پر دیجاتی ہے۔ جس قوت اور طاقت کے ساتھ آپ غیروں کو خطاب کر رہے ہیں۔ یہ کسی کمزور طبیعت اور منصوبہ باز انسان کا کام نہیں آپکے اندر وہ روح صدق بول رہی ہے۔ جو ذو القوۃ خدا کے حضور سے نازل ہوتی ہے۔ پھر اپنوں کو جو خطاب کیا ہے۔ یہ خطاب بھی آپکے صدق دعوی کا ایک روشن نشان ہے۔ اس میں ان لوگوں کے متعلق ایک پیشگوئی ہے۔ جو اس سلسلہ سے الگ ہونیوالے تھے۔ اور اپنی جماعت کے لئے بعض نصائح میں اپنی پاک اور معصوم زندگی کو اپنے صدق دعوی پر قرآن مجید کے معیار صداقت پر پیش کیا ہے۔ غور سے پڑھو۔ اور یاد رکھو۔ (ایڈیٹر)

(۴۴)

مسیح موعود کا غیروں سے خطاب۔

اے نادانو! اور اندھو۔ مجھ سے پہلے کون صادق ضایع ہوا جو میں ضایع ہو جاؤں گا۔ کس سچے وفادار کو خدا نے ذلت کے ساتھ ہلاک کر دیا۔ جو مجھے ہلاک کرے گا۔ یقیناً یاد رکھو۔ اور کان کھولکر سنو۔ کہ میری روح ہلاک ہونیوالی روح نہیں۔ اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں مجھے وہ ہمت اور صدق بخشا گیا ہے۔ جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں۔ میں کسی کی پرواہ نہیں رکھتا۔ میں اکیلا تھا۔ اور اکیلا رہنے پر ناراض نہیں کیا خدا مجھے چھوڑ دیگا۔ کبھی نہیں چھوڑے گا۔ کیا وہ مجھے ضایع کر دیگا۔ کبھی نہیں ضایع کریگا۔ دشمن ذلیل ہونگے۔ اور حاسد شرمندہ اور خدا اپنے بندہ کو ہر میدان میں فتح دیگا۔ میں اس کے ساتھ وہ میرے ساتھ ہے۔ کوئی چیز ہمارا پیوند توڑ نہیں سکتی اور مجھے اس کی عزت اور جلال کی قسم ہے۔ کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو۔ اس کا جلال چمکے۔ اور اس کا بول بالا ہو۔ کسی ابتلا سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں اگرچہ ایک ابتلا نہیں کروڑ ابتلا ہو۔ ابتلاؤں کے میدان اور دکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دیگئی ہے ؎

من نہ آنستم کہ روز جنگ بینی پشت من
آں منم کاندر میان خاک و خون بینی سرے

اپنوں سے خطاب

پس اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا۔ تو مجھ سے الگ ہو جائے مجھے کیا معلوم ہے۔ کہ ابھی کون کون سے ہولناک جنگل اور پرخار بادیہ درپیش ہیں۔ جن کو میں نے طے کرنا ہے پس جن لوگوں کے نازک پیر ہیں۔ وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اٹھاتے ہیں۔ جو میرے ہیں وہ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے۔ نہ مصیبت سے نہ لوگوں کے سب و شتم سے نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے۔ اور جو میرے نہیں۔ وہ عبث دوستی کا دم مارتے ہیں۔ کیونکہ وہ عنقریب الگ کئے